www.abdulhaq.info/life

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

(۲۳ : ۳۳)

(از: ڈاکٹر زاہد عزیز ۔ مانچسٹر)[۱]

حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی مرحوم و مغفور جن کی وفات ۱۸ نومبر ۱۹۷۷ء بروز جمعہ کو ہوئی جماعت کے ان بزرگوں میں سے تھے جن پر مندرجہ بالا آیت صادق آتی ہے۔ آپ نے ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجددِ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی اور قریباً پون صدی اس عہد کو نبھایا۔ آپ کی زندگی کے حالات اور کارنامے تو دوسرے مضامین میں پڑھے جا سکتے ہیں، یہاں میں آپ کی ان خوبیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ہم نے خود دیکھیں، اور چند واقعات کا جن کا علم آپ کے نزدیک رہنے والے لوگوں کو ہے۔ مختلف اُردو کے اخباروں اور رسالوں میں وقتاً فوقتاً پُرانے زمانے کے اولیاء اللہ کے واقعات شائع ہوتے ہیں۔ اور انسان ان لوگوں کی خوبیاں، صفات وغیرہ پڑھ کر حیران ہوتا ہے کہ اس بلند پایہ کے مسلمان بھی کبھی ہوتے تھے۔ لیکن ہمارے لئے مولانا صاحب مرحوم کی صحبت میں رہ کر، یہ ذاتی تجربے کی بات ہو گئی تھی کہ اس بلند درجہ کے مسلمان واقعی ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں رہنے والوں کو آپ کی زندگی کو نزدیک سے دیکھنے کے باعث انبیاء کی نبوت پر یقین کامل ہو گیا اور جو عوام کے لئے محض کتابوں میں لکھے ہوئے قصے تھے وہ چشم دید حقیقت بن گئے۔ اسی طرح اللہ کے فضل سے ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ واقعات دیکھے جن سے قرآن کریم میں بیان کی ہوئی مؤمنین کی تصویر ایک زندہ حقیقت بن گئی۔

تمہید کے طور پر یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ آپ جہاں جہاں گئے، جہاں جہاں تبلیغ کی، آپ کی عزت غیر از جماعت اصحاب، بلکہ غیر مسلم لوگوں کے دلوں میں بھی بیٹھ گئی۔ اس لئے نامناسب نہ ہوگا اگر ہم غیر از جماعت حضرات سے سوال کریں کہ آیا کبھی کسی جھوٹے مدعیٔ مجددیت کا کوئی مرید بھی اس بلند کردار کا ہوا ہے۔ یا آیا کسی مفتری کے مرید نے اتنی خدمتِ اسلام کی ہے؟ جب عامۃ المسلمین کے علماء آریہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے جان بچاتے پھرتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے مبلغین اور بالخصوص حضرت مولانا مرحوم کو بحث مباحثات میں بے نظیر کامیابی عطا فرمائی۔ کیا یہ انسان کا کام تھا یا اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت و تائید؟

آپ ہمیں، یعنی اپنی بیٹی اختر جبین، اپنے داماد عزیز احمد صاحب اور ان کے بچوں کو ملنے کے لئے انگلستان میں تین دفعہ تشریف لائے (یاد رہے کہ آپ اس سے پہلے بھی ریسرچ کی غرض سے انگلستان رہ چکے تھے)، ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۰ء اور آخری مرتبہ ۱۹۷۶ء میں۔ تینوں دفعہ ہمیں آپ کو دن رات دیکھنے کا موقعہ ملا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کے بلند اخلاق، گھریلو اور پبلک زندگی میں بالکل یکساں تھے۔ کبھی بھی آپ نے دوسروں کے سامنے کوئی مصنوعیت اختیار نہیں کی تھی۔ اس وجہ سے قارئین کرام میں سے جن لوگوں نے آپ کو کسی موقعہ پر دیکھا ہو وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جہاں آپ رہتے ہوں گے وہاں کتنا جنت جیسا سکون ہوتا ہوگا۔ آپ کے لبوں پر ہر وقت مسکراہٹ، اور طبیعت میں ہر وقت سکون ہوتا تھا۔ نہ آپ نے کبھی کوئی شکایت کی اور نہ کسی کو کہا کہ مجھے فلاں چیز دو۔ جہاں تک ممکن ہوتا اپنا ہر کام خود اُٹھ کر کرتے۔ نہ آپ کبھی کسی شخص کے خلاف باتیں کرتے اور نہ ہی کسی سے غصے سے پیش آتے۔

ماضی کے کئی اولیاء اللہ نے لکھا ہے کہ انسان کو گفتگو صرف تب کرنی چاہیئے جب سننے والوں کی اصلاح مدِّنظر ہو۔ یہی نظارہ ہم نے مولانا صاحب میں دیکھا کہ آپ عام طور پر بات شروع نہیں کرتے تھے۔ بلکہ صرف جواباً کچھ کہا کرتے تھے۔ اور جو کچھ بھی آپ کہتے، چاہے دین کے متعلق ہو یا دُنیا کے نہایت موزوں اور موقعہ کے مطابق ہوتا۔ آپ نے کبھی بھی اپنا علم ظاہر کرنے کے لئے کوئی بات نہیں کی۔ اور آپ سے اگر کوئی عام سے عام شخص بھی کوئی معمولی قسم کی علمی بات کرتا تو آپ پوری توجہ سے سنتے جیسے کہ آپ کچھ سیکھ رہے ہوں اور کبھی اپنا برتر علم جتلانے کے لئے دوسرے کی غلطی نہ نکالتے۔ بلکہ بڑی خوبصورتی اور انکساری سے اصلاح فرما دیتے۔ گویا آپ انکساری کا ایک مجسمہ تھے۔

شاید کوئی سمجھے کہ اتنا بڑا عالم اور متقی شخص ہر وقت سنجیدہ طبیعت رہتا ہوگا، نہیں بلکہ آپ کو لطیفے کثرت سے آتے تھے۔ اور وہ بھی بہت ہنسانے والے۔ جن کو آپ عین موقعہ پر سُناتے۔ یہ بھی ایک وجہ تھی جس سے جہاں آپ ہوتے وہاں فضا ہر وقت خوشگوار رہتی۔ اور انسان کا دل چاہتا کہ آپ کی صحبت میں بیٹھے اور بیٹھا ہی رہے۔ کیونکہ ایسے لگتا تھا جیسے جونہی ہم آپ کے پاس جا کر بیٹھے ہیں تو تمام فکر اور پریشانیاں دُور ہو گئی ہیں۔

آپ صاحبِ کشف و الہام بھی تھے۔ آپ نے ایک خواب کی بناء پر ہی حضرت مسیح موعودؑ سے بیعت کی۔ پھر جب آپ کو غالباً ۱۹۱۸ء میں انفلوئنزا (INFLUENZA) ہوا اور تمام علاج ناکام رہے تو آپ کی دُعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک نسخہ بتایا جس سے آپ صحتیاب ہو گئے۔ آپ کی اہلیہ کی وفات جب ۱۹۵۷ء میں ہوئی تو آپ امریکہ میں تھے۔ جہاں سے آپ نے اطلاع ملنے سے پہلے گھر خط لکھ دیا کہ آپ کو خواب کے ذریعہ وفات کا علم ہو گیا ہے۔ اسی طرح آپ نے قبل از وقت خبر دی کہ راقم الحروف کی شادی جس سے ہوگی اس کا نام "ف" سے شروع ہوتا ہے۔ آپ نے آج سے چند سال پہلے ایک مشہور ASSASINATION کی خبر واقعہ سے کچھ گھنٹے پہلے دی۔ جب آپ ۱۹۷۶ء میں آخری مرتبہ ہمارے پاس انگلستان میں تھے تو راقم الحروف ایک دن حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں عبداللہ آتھم والی پیشگوئی پر غور کر رہا تھا۔ جب میں نیچے اُتر کر آپ کے پاس گیا تو آپ نے خود بخود فرمایا کہ وعدہ اور وعید علیحدہ چیزیں ہیں اور وعید ٹل سکتا ہے۔ پھر آپ نے حضرت یونسؑ کی قوم کا قصہ سنایا۔ چند روز بعد میں پھر آتھم والی پیشگوئی کے متعلق سوچ رہا تھا (اور اس کا علم کسی انسان کو نہیں تھا) تو آپ پھر خود بخود فرمانے لگے کہ "میں نے ایک دفعہ کسی غیر احمدی سے بحث کرتے ہوئے کہا کہ مجھے دکھاؤ کہاں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مامور من اللہ کی تمام باتیں پوری ہوتی ہیں"۔

غرض کہ آپ کو کثرت سے رؤیاء صالحہ اور الہامات ہوتے

---

[۱] یہ مضمون حضرت مولاناؒ کے نواسے ڈاکٹر زاہد عزیز کا ہے جو مانچسٹر میں انجینئر ہیں۔

www.abdulhaq.info/life

تھے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک عربی الہام میں ہے کہ میں تیری ایسے لوگوں سے مدد کروں گا جن کو الہام ہوتا ہو۔

آپ کی زندگی پر کوئی مضمون آپ کے وسیع علم کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہ علم صرف مختلف مذاہب تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ کو BOTONY- اور ZOOLOGY، ASTRONOMY وغیرہ پر بھی عبور حاصل تھا۔ ہم سائنس کے لوگ ہو کر آپ کے سائنس کے علم پر حیران ہوتے تھے۔ اور اس علم سے پھر آپ قرآن کریم کی صداقت ثابت کرتے تھے۔ آپ نے شہد کی مکھی، چیونٹی اور جگنو وغیرہ پر خاص طور پر ریسرچ کی ہوئی تھی۔ اس سارے علم کے ساتھ آپ کی قوت حافظہ ۸۸ سال کی عمر میں بھی نوجوانوں سے بہتر تھی۔ جب آپ ۱۹۷۶ء میں ہمارے پاس انگلستان میں ٹھہرے تو آپ نے چیونٹی پر ایک مضمون لکھا جو احمدیہ ہاؤس لندن میں پڑھا گیا۔ اور غالباً یہ آپ نے سارا یادداشت سے لکھا ہوگا، کیونکہ آپ کے پاس یہاں کوئی اس قسم کی کتاب موجود نہیں تھی، اور اس مضمون کو پڑھنے سے آپ کی جس زبردست یادداشت کا احساس ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ کو دنیا کے مذاہب، ان کی تواریخ، ان کی مقدس زبانیں وغیرہ کے متعلق کتنا گہرا علم تھا۔

آپ کا علمی شاہکار یقیناً آپ کی کتاب "محمدؐ ان ورلڈ سکرپچر" ہے، جو انگریزی میں ۱۵۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور جس کے دو ہزار صفحات آپ مکمل کر چکے تھے۔ اس کتاب میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کے صحیفوں میں آنحضرت صلعم کی آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور ان مذاہب کے پیرؤوں کو حکم ہے کہ تم اس موعود نبی کو قبول کرنا۔ آپ اکثر مذاہب کے صحیفے اصل زبانوں میں پڑھ سکتے تھے۔ اور آپ نے کتاب میں حوالے بھی اصل زبانوں سے دیئے ہیں۔ (مثلاً سنسکرت، عبرانی، یونانی) اس کے علاوہ اس کتاب میں متفرق مضامین ہیں۔ مثلاً آپ نے کوئی ۱۵۰ زبانوں میں خدا کے نام پر ریسرچ کر کے (یہ سارے نام کتاب میں درج ہیں) ثابت کیا ہے کہ اللہ ہی صحیح نام ہو سکتا ہے۔ زبانوں کے سلسلے میں آپ نے اُم الالسنہ پر بھی کافی ریسرچ کی ہے۔

آپ ایک عظیم مفسر قرآن تھے۔ حضرت مولانا محمد علیؒ نے آپ کو فرمایا کہ آپ جو قرآن کریم کے حقائق و معارف بتاتے ہیں وہ لکھ ڈالیں تاکہ شائع ہو سکیں۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم نے مکرم فاروقی صاحبان کو وصیت کی تھی کہ مولانا عبدالحق صاحب سے قرآن سیکھیں۔

آپ ہندوؤں سے مذہب اسلام کی صداقت پر مناظرے کرنے میں بھی مشہور تھے۔ اور بڑے سے بڑے پنڈت آپ کے ساتھ مناظرہ کرنے سے کنی کتراتے تھے۔ حالانکہ عام مسلمانوں کے علما، و مناظر عام طور پر خود ہندوؤں سے گھبراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کے دشمنوں پر مکمل کامیابی عطا فرمائی۔ اور آپ اس کامیابی کو حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ لاہور کی صداقت کا ثبوت سمجھتے تھے۔ (یہ آپ نے خود راقم الحروف کو فرمایا تھا)۔ یہ فتح اسلام تو اب تاریخ کا ایک حصہ بن چکی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تعصب ان دنوں اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ سننے میں آیا ہے کہ عام اخبار جب اس زمانے کے متعلق لکھتے ہیں تو احمدی مبلغین کا ذکر تک نہیں کرتے۔

اسی زمانے میں جمعیۃ العلماء ہند نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے درخواست کی تھی کہ مولانا صاحب کو عرصہ دو سال کے لئے وقف کر دیں تاکہ وہ ان کے طالبعلموں کو آریہ ہندوؤں سے بحث و مناظرے کا طریق سکھلا سکیں۔ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علیؒ نے جواب میں لکھا کہ "چونکہ ہمارے پاس بھی ایک ہی عبدالحق ہے اس لئے ہم وقف نہیں کر سکتے، اگر دو ہوتے تو ایک کو وقف کر دیتے۔" ایک دفعہ حضرت امیر مرحوم نے فرمایا کہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ انجمن نے کیا کام کیا ہے؟ انجمن نے یہ کام کیا ہے کہ ایک مولانا عبدالحق کو پیدا کیا ہے، کیا یہ تھوڑا کام کیا ہے؟

آپ کو اتنے علم اور اتنی کامیابیوں کے باوجود اس دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا صرف خدمت اسلام مقصود تھی نہ کہ کوئی شہرت، یا تمغہ، یا عہدہ یا پیسہ۔ جب سے آپ انجمن کی ملازمت سے ریٹائر ہوئے تھے آپ کی پنشن ہر ماہ انجمن کے FINANCES میں ہی جمع ہوتی رہی اور آپ کی ساری تحریرات انجمن کی ملکیت تھیں۔

گو ہمیں آپ کی تقاریر سننے کا اتنا موقع نہیں ملا۔ لیکن آپ کے چند خطبوں سے جو ہم نے سنے، آپ کے طرزِ بیان کا اندازہ ہو گیا۔ یہ نہایت سادہ اور دلکش اندازِ بیان تھا۔ کئی عالم اس انداز میں تقریر کرتے ہیں کہ عام آدمی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ لیکن آپ کے الفاظ ہمیشہ سادہ ہوتے، اور آپ مشکل سے مشکل مسئلہ کو نہایت آسانی سے عوام الناس کو سمجھا دیتے۔ آپ کے خطبے ہمیشہ باریک حقائق و معارف سے پُر ہوتے۔ لیکن جنہیں آپ اپنے طرزِ بیان سے سادہ سے سادہ آدمی کو بھی سمجھا دیتے۔ میں ۱۹۷۵ء کے جلسہ سالانہ پر موجود تھا تو میرے سے اگلی سیٹوں پر دو شخص جو کہ جانے والے تھے، صرف اس لئے رُک گئے کہ پروگرام میں آپ کی تقریر بھی تھی۔

تبلیغ کے سلسلے میں آپ دنیا کے کونے کونے میں گئے تھے۔ مثلاً فجی۔ امریکہ۔ ٹرینیڈاڈ۔ اور جو اصول آپ نے ہمارے سامنے بیان فرمایا وہ یہ تھا کہ کسی کے کئے ہوئے اعتراض کا جواب ایسے دیں کہ جواب بھی پوری طرح دیا جائے اور دوسرے کا دل بھی نہ ٹوٹے۔ آپ جہاں بھی گئے ہیں ہمیشہ وہاں کے لوگوں نے مسلمان ہوں یا غیر مسلمان، احمدی ہوں یا غیر احمدی، آپ کو عرصہ تک یاد رکھا۔

آپ جب ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۰ء میں ہمیں ملنے آئے تو ہم اپنے شہر میں رہتے تھے۔ جہاں ہم کافی پاکستانیوں کو جانتے تھے۔ سب لوگوں نے آپ کی قدر کی، آپ کے پیچھے عید کی نماز پڑھی اور خود آ کر آپ کو قرآن کریم کا درس دینے کے لئے لے جاتے، اور باوجود اس کے کہ سب کو ہمارے احمدی ہونے کا علم بھی تھا۔

آپ کے رہنے سہنے میں بالکل سادگی تھی۔ جہاں تک ممکن ہوا اپنا کام خود کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی جوتیوں کی مرمت بھی خود ہی کر لیتے تھے۔ آپ بہت تھوڑا کھاتے اور بہت آہستہ۔ صبح کی سیر کافی عمر تک آپ کا معمول رہا اور ۸۰ سال کی زائد عمر میں آپ چار پانچ میل آسانی سے چل لیتے تھے اور غالباً یہی آپ کی اتنی اچھی صحت کی وجوہات تھیں۔ انگلینڈ میں جہاں لوگوں کی صحت بڑھاپے میں پاکستان کے مقابلے میں بہت بہتر ہوتی ہے، لوگ آپ کی صحت اور عمر کا مقابلہ کر کے حیران ہوتے تھے۔ تا وفات آپ کے جسم کا ہر ایک عضو بالکل ٹھیک تھا۔

آپ کا تقویٰ اور قبولیت دعا بھی محتاج بیان نہیں۔ آپ نے خود فرمایا تھا کہ تہجد بھی آپ نے کبھی قضا نہیں کی۔ آپ جمعہ کے سخت پابند تھے اور اس روز سفر نہیں کرتے تھے۔ لوگ خاص طور آپ کو دعا کرنے کی درخواست کرنے آتے تھے۔ اسلام کی کامیابی کے لئے بھی آپ کثرت سے دعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان تو درجۂ اوّل کا تھا، اور آپ اکثر فرماتے کہ ہر ایک کام میں اللہ کی رضا مدِنظر رکھو۔ ایک دفعہ احمدیت پر ۱۹۷۴ء کا ابتلاء اور اس کے نتائج کا ذکر تھا اور کوئی صاحب بیان کر رہے تھے کہ فلاں بھی

احمدیت چھوڑ گیا، فلاں بھی تو آپ فرمانے لگے "خدا تو نہیں چھوڑ گیا" پھر جو آپ نے فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ

چونکہ ظلم اس انتہا تک پہنچ گیا ہے اس لئے شاید خُدا کسی ایسے شخص کو مامور کرے جس کے پاس ظاہری قوت بھی ہو۔

میں نے آپ سے ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق دریافت کیا کہ ایک علمی شاہد سے معلوم ہو کہ یہ عظیم شخص کیسا تھا۔ آپ نے بتایا کہ آپ بیعت کرنے سے پہلے بھی قادیان جاتے تھے اور جو تقریر کرنے کا طریقہ حضرت صاحب کا تھا وہ اور کسی مسلمان عالم میں نہیں دیکھا (آپ نے مولانا شبلی مرحوم اور دوسرے علماء کی تقریریں بھی سنی تھیں) حضرت صاحب کی آنکھیں نیچی ہوتیں اور نہ آپ سامعین کی طرف دیکھتے اور نہ آپ کوئی جسمانی حرکت کرتے، یوں لگتا جیسے ایک مشین میں سے آواز نکل رہی ہے۔ آپ نے پہلے زمانے کی باتوں میں مزید بتایا کہ **حضرت مولانا نورالدینؒ صاحب کے زمانے میں آپ نے میر ناصر نواب صاحب کو کہتے سُنا کہ پہلی خلافت تو خاندان سے باہر چلی گئی ہے لیکن دوسری خاندان میں ہی ہو گی۔**

آپ سے جب کوئی نصیحت پوچھی جاتی تو آپ فرماتے تھے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو اور جب بھی دین ایک راستہ دکھائے اور دُنیا کوئی دوسرا راستہ تو دین کا راستہ اختیار کرو اور آپ نے خود ساری زندگی اسی پر عمل کیا۔ ایک دفعہ آپ سے کسی معاملے میں درخواست کی گئی کہ رشتہ داروں کا معاملہ ہے اس لئے فلاں بات کو فلاں طرح بیان کریں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میرے ایسا کرنے سے جس کو نقصان پہنچتا ہے وہ بھی تو بحیثیت مسلمان ہونے کے میرے رشتہ داروں میں شامل ہے۔ اسی طرح کسی بات میں آپ نے دُنیا کی پرواہ نہ کی۔

آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی، اور گھر میں جو بچے ہوں آپ انہیں پیار کرتے، ان سے کھیلتے، ان کے لئے مٹھائی خرید کر لاتے۔ اور جو ہمیں ہمیشہ یاد رہے گا وہ ان کا اُٹھ کر نیچے ڈرائنگ روم میں آنا۔ اور ان کے آنے سے ساری فضا کا پُرامن ہو جانا۔ ان کی موجودگی سے ہی دل میں رنج، فکر، دنیا کی پریشانیاں نکل جاتیں اور ان کے چہرے پر برستے ہوئے نور کو دیکھ کر ہمیں پتہ لگ جاتا کہ یہ شخص اس دنیا میں بھی جنت میں ہے۔

ہم اپنے آپ کو نہایت خوش قسمت سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قحط الرجال کے زمانے میں آنحضرت صلعم کے اتنے بڑے عاشق، اور مجددِ وقت کے عظیم شاگرد کی صحبت عطا فرمائی۔ آگے کچھ فائدہ اُٹھانا ہمارے کمزور ہاتھوں میں ہے۔ **آپ کا بیشتر علم پیغامِ صلح کے پُرانے نمبروں میں پایا جائے گا۔ اور اس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کے پرانے مضامین جو بہتوں کے لئے نئے ہی ہونگے۔ انکو کتابی صورت میں شائع کیا جائے، اور عام طور پر تقسیم کیا جائے۔**

میں اُوپر آپ کے مفسر قرآن ہونے کے ذکر میں یہ بتانا بھول گیا کہ دراصل آپ کے اعمال اور اخلاق بذاتِ خود ہی قرآن کی ایک تفسیر تھے۔ اسلام کی تاریخ میں ایسے